خطیب اسلام حضرت مولانا محمد اجمل خانؒ کے حدود علم کی وسعتیں

علامہ ارشد الحسن الحسینی

خطیب اسلام حضرت مولانا محمد اجمل خانؒ اپنے دودمان بلند مرتبت کے سلسلۃ الزہب کی ایسی درخشندہ کڑی ہیں، جن کی ضیا پاشیاں افق عالم کو ہمیشہ منور رکھیں گی اور جن کی خوشبوئیں جہاں کو صدا معطر رکھیں گی، خطیب اسلام حضرت مولانا محمد اجمل خانؒ کی ولادت باسعادت ایک علمی خاندان میں ہوئی اور یہ خانوادہ میدان علم میں شہرہ آفاق تھا، والد ماجد حضرت مولانا غلام ربانیؒ ایک محقق عالم تھے تو والد ماجدؒ کے پھوپھی زاد حضرت مولانا محمد احمدؒ دار العلوم دیوبند کے ممتاز مدرس اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف تھانویؒ اور دیگر اکابرین کے استاد تھے، بڑے بھائی حضرت مولانا شمس اسلامؒ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے شاگرد رشید تھے، حضرت خطیب اسلام کے خاندان میں عورتیں بھی عالمہ، فاضلہ اور متقیہ تھیں، آپ کی دادی صاحبہ علوم نقلیہ شرعیہ کی فاضلہ تھیں، مشکوۃ شریف اور دیگر کتب احادیث کے علاوہ ہدایہ شریف جیسی کتاب بھی ان کے زیر ادراک رہیں، خطیب اسلام حضرت مولانا محمد اجمل خانؒ کی ولادت اسی جلیل القدر خاندان میں ہوئی اور اسی ماحول میں انہوں نے شعور کی دہلیز پر قدم رکھا، ان ہی پاکیزہ فضاؤں میں آپؒ نے پرورش پائی، آپؒ بیک وقت عالم بھی تھے اور معلم بھی، محقق بھی تھے اور مصنف بھی، مفسر بھی تھے اور محدث بھی، فقیہ نکتہ رس بھی تھے اور مجاہد بھی تھے اور مدافع بھی، واعظ شیریں بیان بھی تھے اور خطیب شعلہ بیان بھی، عابد شب زندہ دار بھی تھے اور سالک عبادت گزار بھی تھے، مصنف بھی، جس طرح وہ کشور قلم ولسان کے شہسوار تھے، اسی طرح سیاست کے سرخیل اور مدبر بھی، مختلف علوم ان کے سامنے قطار بنا کر کھڑے ہوتے، جب کسی موضوع پر گفتگو کرنا مقصود ہوتا تو دلائل کے انبار لگا دیتے، آناً فاناً معلومات کا مینہ برسنا شروع ہو جاتا اور پوری روانی کے ساتھ پر معانی الفاظ سحر بیانی کے روپ میں بکھرتے چلے جاتے اور سحر طاری کر دیتے اور اس کا اعتراف سب نے کیا، سب نے مانا کہ حضرت خطیب اسلامؒ جس موضوع پر گوہر فشانی کرتے ہیں، تو پھر اس موضوع کا حق بھی ادا فرما دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے خطیب اسلام حضرت مولانا محمد اجمل خانؒ کو علم

کے حقیقی نور سے منور فرمایا تھا اور اسی نور علم کو قرآن نے شرح صدر سے تعبیر فرمایا ہے: ﴿افمن یشرح صدرہ للاسلام﴾ اور اسی نور کو بصیرت سے تعبیر کیا گیا ہے، یہ نور کیا ہے؟ یہ بصیرت کیا ہے؟ بندہ مومن جب علم پر عمل کرتا ہے تو قدرت پھر یہ نور بندے کے سینے میں پیدا کر دیتی ہے اور پھر اس بندۂ مومن سے اس نور کی وجہ سے ایسے ایسے عملی موتی منصۂ شہود پر آتے ہیں کہ زمانہ ورطہ حیرت میں پڑ جاتا ہے اور سوال کرنے والے انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں، سائل کا وجود ساکت اور زبان صامت ہو جاتی ہے، ایسے ہی چند واقعات حضرت خطیب اسلام نور اللہ مرقدہ کے ذکر کئے جاتے ہیں، جنہوں نے سائلین کو ورطہ حیرت میں ڈالا۔

حضرت خطیب اسلامؒ ایک بار عمرہ پر تشریف لے گئے، حضرت سے مسجد حرم اور مسجد نبوی میں دوران مجلس متعدد لوگوں نے سوال کر دیا کہ حضرت شریعت نے تمام کاموں کو دائیں طرف سے شروع کرنے کا حکم دیا ہے، وضو دائیں طرف سے، مسجد میں داخلہ دائیں پاؤں کے ذریعے، کھانا دائیں ہاتھ سے، کپڑے پہننا دائیں طرف سے، سونا دائیں پہلو پر، لیکن طواف اور روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری بائیں طرف سے کیوں ہے؟ حالانکہ یہ بھی خیر الامور میں سے ہیں اور ممتاز درجہ رکھتے ہیں، ساری مجلس کی نگاہیں حضرتؒ پر لگ گئیں کہ کیا جواب ملے گا؟ حضرت مسکرائے، اپنا سر مبارک تھوڑی دیر کے لئے جھکایا اور پھر فرمایا: حج اور عمرہ کا تعلق عشق سے ہے اور یہ عشاق کی عبادت کہلاتی ہیں، طواف کے چکر، حجر اسود کا چومنا، مقام ابراہیمؑ پر نفل، صفا مروہ پر دوڑنا، ان سلا لباس پہننا، منیٰ میں رمی کرنا، یہ سب عشق ہے، قربانی کرنا، روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری دینا، شیخین کریمین سیدنا صدیق اکبرؓ اور سیدنا عمر فاروقؓ کی خدمت میں سلام عرض کرنا، ان سب کا تعلق محبت کے باب سے ہے۔ اگر محبت نہ ہو تو کون وہاں جائے، یہ محبت اور عشق ہی تو ہے کہ خدا کے بندے اور بندیاں لاکھوں روپے خرچ کر کے وہاں جاتے ہیں اور انسان کے جسم میں دل مرکزی حیثیت رکھتا ہے اور وہ مشہور حدیث ہے کہ رب فرماتے ہیں کہ میں کائنات میں کسی جگہ نہیں سماتا، لیکن مومن کے دل میں سماتا ہوں اور اب دل جو مرکز محبت ہے، بائیں جانب ہے، اس لئے طواف اور روضہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری کی ابتداء بائیں طرف سے ہوتی ہے، ساری مجلس اس جواب پر جھوم اٹھی۔

ایک بار حضرت خطیب اسلام سے پوچھا گیا، پروردگار نے اپنا گھر بیت اللہ شریف اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ اطہر ایسے شہروں میں کیوں بنائے، جہاں گرمی انتہائی شدید ہے، حالانکہ پروردگار چاہتے تو اپنے گھر اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کے چاروں اطراف ہریالی ہوتی، سبزہ ہوتا، پھولوں کی مہکیں ہوتیں، بادنسیم کی خنکی ہوتی، کلیوں کی لہکیں ہوتیں، ندیوں کا شور ہوتا، آبشاروں کا زور ہوتا، لیکن پروردگار نے ایسا نہیں کیا، بلکہ جس کے لئے کائنات بنائی اور جس گھر کو کائنات کا مرکز بنایا، اس کے لئے ایک ریگستان کا انتخاب کیا تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ پروردگار دیکھنا چاہتے تھے کہ کس کی محبت میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے اور میرے گھر بیت اللہ شریف سے زیادہ ہے،

اگر سبزہ ہوتا، ہریالی ہوتی، کلیاں بوٹے اور ٹھنڈا موسم ہوتا تو نیت خالص نہ رہتی، چلو حاضری بھی دے دیں گے، سیر بھی کرلیں گے، لیکن اب جو بھی جاتا ہے، محض محبت میں جاتا ہے، عشق خدا اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوب کر جاتا ہے اور اگر مدینہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ نہ ہوتا، مکہ مکرمہ میں اللہ کا گھر نہ ہوتا تو کون جاتا، چنانچہ سب جانے والے محبت میں جاتے ہیں، پھر رب بھی ان آنے والے کو خالی نہیں بھیجتا، نوازتا ہے اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی حاضری دینے والوں کی قیامت کے دن شفاعت فرمائیں گے۔

مزید فرمایا: ارے کوئی تمہارے پاس مہمان دور سے آئے تو تم اس کی کتنی قدر کرتے ہو، وہ تو رب ہے، وہ کیوں خالی لوٹائیں گے اور ادھر تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جو رحمۃ للعالمین ہیں، جن کی زبان سے کلمہ طیبہ کے علاوہ، کسی سائل کے لئے ''لا'' کا لفظ نہیں نکلا، وہ کیوں خالی ہاتھ بھیجیں گے، جو دعا مانگو گے وہاں قبول ہوگی اور سمجھے بیٹی سسرال سے میکے جائے تو واپسی پر ماں اس کو کیا کچھ نہیں دیتی، اگر ایک ماں بیٹی کے لئے اس قدر محبت کا اظہار کرسکتی ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو روحانی باپ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک روضہ پر سلام کے لئے جو بھی حاضر ہوگا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رب اس کو وہ کچھ دے گا، جو تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

کراچی کے ایک جلسے میں خلافت راشدہؓ کی شان بیان کی اور ترتیب خلافت پر فرمایا: ''ترتیب بالکل ٹھیک ہے، اگر پہلے سیدنا حضرت علیؓ کو خلیفہ مان لیا جائے تو پھر خلافت راشدہ نہیں کہلائے گی، بلکہ خلیفہ راشد کہا جائے گا اور وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہوتے، جبکہ حدیث میں خلافت راشدہ کی پیش گوئی ہے اور وہ اس طرح ہے کہ حضرت علیؓ خلفاء میں سے چھوٹے ہیں، قبول اسلام کے وقت سات سال عمر تھی، اگر آپؓ پہلے خلیفہ ہوتے تو پھر بقیہ تینوں خلفاء حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں وصال ہوجاتا تو خلافت راشدہؓ کیسی؟ چنانچہ پروردگار نے کہا: ترتیب میں مقرر کرتا ہوں، پہلے حضرت ابوبکرؓ ہوں گے، پھر ان کے وصال کے بعد فاروق اعظمؓ ہوں گے، پھر ان کی شہادت کے بعد حضرت عثمانؓ ہوں گے، پھر ان کی شہادت کے بعد علی المرتضیٰؓ ہوں گے اور اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سب کی خلافت پر جمع ہوجانا منشاء خداوندی تھا، اس پر ایک نقطہ بیان فرماتے ہوئے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ خیر القرون قرنی سے لفظی استدلال کیا جاسکتا ہے، قرنی چار حروف ہیں، ق، ر، ن، ی، ق سے مراد حضرت صدیق اکبرؓ......ر سے مراد حضرت عمر فاروقؓ......ن سے مراد حضرت عثمان غنیؓ......اور ی سے مراد حضرت علی المرتضیٰؓ کے نام میں (ی) کا لفظ آتا ہے اور یاء حروف تہجی کے آخر میں آتی ہے اور ابوبکرؓ کے شروع میں الف آتا ہے اور الف حروف تہجی کے آغاز میں آتا ہے، یہ دلیل ہے کہ خلافت کی ابتداء ابوبکرؓ سے ہے اور انتہاء علی المرتضیٰؓ پر ہے''۔

ایک شخص نے سوال کیا کہ قبر میں فرشتے کیسے اترتے ہیں، قبر پر مٹی اور پتھر رکھے ہوتے ہیں، کیسے اتر جاتے ہیں تو حضرت خطیب اسلام نے فرمایا: عینک کا شیشہ کثیف ہوتا ہے، موٹا اور سخت ہوتا ہے اور نظر لطیف ہوتی ہے کیا، نظر اس

سخت شیشے سے گزر جاتی ہے یا نہیں؟ کہنے لگا: گزر جاتی ہے، فرمایا: اسی طرح قبر کی سطح کثیف ہوتی ہے اور فرشتہ نور اور لطیف ہوتا ہے، وہ بھی قبر میں داخل ہو جاتے ہیں اور انہیں کوئی دقت نہیں ہوتی۔

ایک بار خطیب اسلامؒ ایبٹ روڈ گراؤنڈ میں جمعۃ المبارک کے اجتماع سے خطاب کر رہے تھے کہ دوران خطاب ایک رقعہ ملا کہ کیا پتلون میں نماز ہو جاتی ہے، کالج یونیورسٹی کے نوجوان اکثریت کے ساتھ خطیب اسلام کے پیچھے جمعہ پڑھا کرتے تھے، حضرت مسکرائے اور فرمایا: ان کو زیادہ ثواب ہوتا ہے، کیسے کسائے ہوتے ہیں، ان سے پوچھو کہ رکوع اور سجدہ کرتے ہوئے کتنی تکلیف ہوتی ہے، نماز جمعہ کے بعد سارے نوجوان آ کر ملے اور کہا: حضرت آپ نے جواب دے کر تو ہمیں مطمئن بھی کر دیا اور اصلاح بھی کر دی، اس کو کہتے ہیں، بصیرت۔

ایک بار کسی نے پوچھا: تراویح کی رکعات کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں، جواب میں آپؒ نے کہا کہ ہم بیس ہی پڑھتے ہیں اور اس لئے پڑھتے ہیں کہ فاروق اعظمؓ اور صحابہ کرامؓ کا عمل مسلسل ہے، ایک مثال سے بات سمجھیں، دیکھو بھائی، حکومت اگر ریڈیو پر اعلان کرائے کہ لوگ سرکاری خزانے میں 20 روپے جمع کروائیں اور یہی بات اخبار میں اس طرح آئے کہ آٹھ روپے جمع کروائیں اور ٹی وی پر آئے کہ بارہ روپے جمع کروائیں، تو یقیناً سمجھدار انسان 20 روپے لے کر جائے گا کہ اگر 20 روپے مانگ لئے تو کسی سے مانگنا نہیں پڑے گا، اگر آٹھ یا بارہ روپے کا مطالبہ کیا تو بقایا بچ جائیں گے، یہی مثال تراویح کی ہے، اگر رب العالمین نے بیس کا مطالبہ کر دیا تو آٹھ یا بارہ پڑھی جائیں گی تو وہ باقی رکعت کہاں سے لائیں گے اور اگر بارہ یا آٹھ رکعت کا کہا تو باقی رکعت نیکیوں کا ذخیرہ بن جائے گا اور رمضان میں تو نوافل کا ثواب فرائض کا دیا جاتا ہے، پس بیس رکعت تراویح پڑھنے میں فائدہ ہی فائدہ ہے، بیس تراویح کے حوالے سے ایک اور علمی نقطہ بیان فرمایا کہ پانچوں نمازوں کی رکعت کل سترہ ہیں اور تین وتر ملا دیئے جائیں تو کل بیس رکعت بن جاتی ہیں، تراویح بھی بیس پڑھی جاتی ہیں، پھر رمضان تو نیکیوں کا سیزن ہے، اسی میں جتنی عبادت کی جائے، اتنی ہی کم ہے۔

حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات میں سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تخلیق فرمایا، ابتداء حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کر کے تخلیق کو برکت بخشی، تخلیق کے اعتبار سے سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے اور بعثت کے اعتبار سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اس بات کو سمجھانے کے لئے آپ نے عجیب انداز اختیار کیا اور کہا کہ جیومیٹری دوران تعلیم سب استعمال کرتے ہیں تو اسی سے ایک بات سمجھاتا ہوں، گول دائرہ بنانے کے لئے پرکار استعمال کی جاتی ہے، کاغذ پر ایک مقام پر پرکار رکھ کر گول دائرہ کھینچا جاتا، جہاں پرکار رکھی جاتی ہے، وہ مرکزی نقطہ کہلاتا ہے، اس نقطے کے بغیر گول دائرہ نہیں بن سکتا ہے، میرے اللہ نے بھی نبوت کا دائرہ کھینچا اور مرکزی نقطہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا، حدیث کے الفاظ کو سامنے رکھئے، جس طرح دائرہ مکمل ہونے پر پرکار کو ہٹانے سے مرکزی نقطہ نظر آتا ہے اسی طرح اللہ کریم نے بھی تمام انبیاء کو پہلے بھیجا اور آپ کی ذات کو سب سے آخر میں مبعوث

فرمایا، جس طرح نقطہ سب سے آخر میں نظر آتا ہے حالانکہ ابتداء اس سے ہے، اسی طرح ابتداء حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے، لیکن بعثت سب سے آخر میں ہیں۔ایک اور مثال میں فرمایا: جس طرح ایک جلسہ یا پروگرام یا سیمینار میں ایک مقرر اہم ہوتا ہے، وہ مرکزی خطیب ہوتے ہیں، ان سے پہلے دیگر مقررین اور خطباء بیان کرتے ہیں، سب سے آخر میں مرکزی مقرر بیان کرتا ہے، اسی طرح اللہ نے ساری کائنات بنائی اور لوگوں کے سامنے خطابت کے لئے انبیاء بھیجے اور سب سے آخر میں مرکزی خطیب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔

پروردگار نے قرآن مجید میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سراجاً منیراً کہا ہے، سورج سے تشبیہ دی ہے، اس تشبیہ میں ایک باریک نقطہ ہے اور وہ ہے ختم نبوت کا، وہ کیسے؟ جب تک سورج طلوع نہ ہو، اس وقت تک رات رہے گی، ستارے ضرور چمکیں گے، چاند کی چاندنی بھی ہوگی، لیکن رات پھر بھی رات رہے گی، اتنے میں صبح کا وقت ہو گیا، اب سورج طلوع ہونے والا ہے، اب سورج کے طلوع ہونے کے بعد کسی روشنی کی ضرورت نہیں، اب ستارے بھی چھپ جائیں گے، چاند کی چاندنی سورج کے سامنے ماند پڑ جائے گی، اب کوئی شخص دن کی روشنی میں ٹیوب لائٹس، بلب کو جلا کے رکھے تو ساری دنیا کہے گی کہ کتنا بڑا بیوقوف ہے، سورج کی روشنی میں کسی روشنی کی ضرورت نہیں ہے، بعینہ یہی کیفیت ادھر بھی ہے۔جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہ لائے تھے، آسمان نبوت پر رات رہی، انبیاء علیہم السلام ضرور آئے، ستارے بن کر چمکے، ہدایت کا پیغام دیا، حضرت عیسیٰؑ آئے صبح صادق بن کر اور سورج کے آنے کی اطلاع دی، میرے بعد ایک نبی آنے والا ہے، جن کا نام احمدؐ ہوگا، بالآخر آسمان نبوت پر سورج طلوع ہوا اور سارے اندھیرے چھٹ گئے، ہر طرف روشنی ہی روشنی ہوگئی، چہار سو بہار آگئی، جیسے اس مادی سورج کے طلوع ہونے کے بعد ساری روشنیاں بند کی جائیں گی، کسی روشنی کی ضرورت نہیں، اس طرح آسمان نبوت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے سورج کے چمکنے کے بعد کسی اور نبی کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ مختصر اً نمونہ حضرت خطیب الاسلامؒ کے علوم کی وسعتوں کا تھا، جن کو پڑھ کر قارئین آسانی سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اکابر علماء کو کتنی خصوصیات سے نوازا ہوا تھا، بندہ ناچیز حضرت کے بارے میں وہی الفاظ استعمال کرے گا جو "الکواکب" میں "حافظ ابو حفص" نے امام ابن تیمیہؒ کے لئے استعمال فرمائے تھے:

"حضرت خطیب الاسلامؒ جب بیان شروع فرماتے تو ان کی گفتگو میں سیلاب کی روانی اور سمندر کی طغیانی ہوتی، آغاز کلام سے اختتام کلام تک یہی سلسلہ جاری رہتا، علمی بات کرتے وقت آنکھیں علمی جلال کا منظر پیش کرتی تھیں اور چہرے پر ایسا وقار طاری ہو جاتا کہ جس کی وجہ سے تمام مجلس پر مرغوبیت چھا جاتی تھی، مئی 2002ء کو علم وعمل کا یہ شہسوار اپنے رب کے حضور کلمہ اور سورۃ الفجر کی آخری آیات کا ورد کرتے ہوئے پیش ہوئے، اللہ آپؒ کو اعلیٰ جزاء نصیب فرمائے۔" آمین

☆......☆......☆